پیداوار پر پڑتا ہے۔فرض کریں اگر دنیا میں پانچ کروڑ آدمی ایسے ہیں، جو سودخوروں اور مہاجنوں (افراد یا بینکوں) کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور وہ اوسطاً دس روپے ماہانہ سود ادا کرتے ہیں۔تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر مہینے پچاس کروڑ روپے کا مال فروخت ہونے سے رہ جاتا ہے۔اور اتنی بھاری رقم معاشی پیداوار کی طرف پلٹنے کے بجائے مزید سودی قرضوں کی تخلیق میں ماہ بماہ صرف ہوتی رہتی ہے۔

سود معاشی ترقی میں رکاوٹ کا سبب: سود نہ صرف سرمایہ کاری میں کمی کا باعث ہے؛ بلکہ معاشی ترقی کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ بھی ہے۔اب تو ترقی پذیر ممالک بین الاقوامی سودی قرضوں کی وجہ سے نہ صرف معاشی بلکہ معاشرتی اور سیاسی اعتبار سے بھی بہت نقصان اٹھا رہے ہیں۔ کیونکہ ترقی پذیر ممالک کو قرضے لینے کی وجہ سے ایک طرف تو سیاسی طور پر انہیں قرض فراہم کرنے والے ممالک کے نخرے اور ملک کے داخلی معاملات میں بھی ان کی دخل اندازی برداشت کرنا پڑتی ہے۔

دوسری طرف اپنے کم اور محدود وسائل کا ایک بڑا حصہ ان قرضوں کی واپسی کے ساتھ سود کی شکل میں ادا کرنا پڑتا ہے۔اس طرح جو وسائل معاشی ترقی کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں، وہ سود کی ادائیگی میں استعمال ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ملک کے بجٹ کا ایک بڑا حصہ قرضوں اور سود کی ادائیگی میں صرف ہو جاتا ہے۔

اگر سود نہ ہوتا تو ترقی پذیر ممالک بھی جلد ترقی کر کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہو سکتے۔مگر معاشی طور پر ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ممالک کو اپنا دست نگر بنا کر رکھنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں، اور امداد کے نام پر قرضے فراہم کرتے ہیں۔جن پر بھاری شرح سود عائد کیا جاتا ہے۔ اور پھر اس امداد کا بیشتر حصہ اپنے نمائندوں اور کنسلٹنٹس (Consultants) کے ذریعے دوبارہ واپس لے لیا جاتا ہے۔اسی طرح غربت زدہ ممالک کو معاشی غلام بنائے رکھنے کے لیے آئی ایم ایف (International Monetary Fund) اور ورلڈ بینک (World Bank) جیسے عالمی مالیاتی نامور ادارے بڑی چالاکی سے بھاری شرح سود کے ساتھ قرضے فراہم کرتے ہیں، اور مقروض ملک کی معاشی پالیسیوں میں مداخلت کرتے اور وہاں کے عوام پر مزید ٹیکس لگانے اور ان پر معاشی بوجھ ڈالنے کی ہدایت کرتے ہیں۔جس پر عمل درآمد کی صورت میں عوام معاشی طور پر مزید بدحال ہو جاتے ہیں۔سرمایہ کاری کا حجم کم ہو جاتا ہے جس سے بیروزگاری بڑھتی ہے۔اور عوام مزید معاشی مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (جاری ہے)

سوانح علمائے اہلحدیث

مولانا محمد جان براہویؒ

1877ء - 1967ء

عبدالرحیم روزی

مولانا محمد جان براہویؒ کا نام نامی جب بھی قوت سماعت سے ٹکراتا ہے، تو حیدو سنت میں غیر معمولی یقین وایمان رکھنے والی ایک کھری اور غیر متزلزل ہستی کا نقشہ گھوم جاتا ہے، جو کسی طرح رواداری، لچک اور مصلحت کیشی کی قائل نہ ہو۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کی سچی استقامت کی مانند جو متوقع ایذاؤں سے بے پروا ہو کر بانگِ دہل صرف وحدہ لاشریک کی صدائے بازگشت سنانے کے قائل تھے۔

پیارے مولانا کے اس دنیائے دوں سے رخصت ہو کر ماہ وسال کا غیر معمولی عرصہ بیت چکا ہے۔ بلکہ آپ کے ہم عصر لوگوں میں سے خال خال افراد کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے۔ سینہ ہائے داغ کو تازہ کرنے اور ہمارے اوپر واجب ان اسلاف کے حقوق ادا کرنے کی نیت سے آپ کے احوال یکجا کرنے کی ایک ناقص کوشش کی گئی ہے:

نام ونسب: آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حاجی عبدالسلام حفظہ اللہ نے راقم کے ایک سوال کے جواب میں نسب یوں بیان فرمایا: محمد جان بن روزی بن حیدر علی بن رحمٰن قلی خاندان اخوند پابراہ پائین بلتستان۔

آپ کی ولادت کے متعلق کوئی تحریر موجود نہیں؛ لیکن حاجی موصوف کی بتائی ہوئی عمر 90 سال کے مطابق آپ کی ولادت کا سال 1877ء بمطابق 1294ھ بنتا ہے۔ واللہ اعلم

حصول تعلیم کا آغاز اور ہندوستان روانگی: آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے حوالے سے ذرائع معلومات خاموش ہیں۔ لیکن آپ کے ہمعصر علماء نے "دارالحدیث غواڑی" میں اس کے مؤسس مولانا محمد موسیٰؒ سے تعلیم وآگہی حاصل کی۔ جیسے حافظ علامہ کریم بخشؒ، مولانا محمد ابراہیم انصاریؒ، مولانا عبدالصمد بلغاریؒ، مولانا محمد یونس غواڑویؒ، مولانا عبدالقادر یوگویؒ وغیرہ خلق کثیر۔ اس وقت بلتستان میں دارالحدیث غواڑی میں ہی علوم نقلیہ وعقلیہ کا سوتا پھوٹ رہا تھا۔ اور اس کے فیضان چارسو پھیل رہے تھے۔ لہٰذا جناب موصوفؒ نے بھی مولانا محمد موسیٰ صاحبؒ کے سامنے ہی زانوئے تلمذ تہ کیا ہوگا۔ واللہ اعلم

"تحریک اہلحدیث کے عالمی مراکز کا مطالعاتی سفر" کے مصنف مولانا فضل کریم عاصم بانی مرکزی جمعیت اہلحدیث برمنگھم برطانیہ جب 1997ء میں بلتستان تشریف لائے تو جامعہ دارالعلوم بلتستان واقع غواڑی میں نصف مہینہ قیام پذیر رہے۔ اس دوران بلتستان کے طول وعرض میں واقع اہلحدیث مراکز کا دورہ فرماتے رہے۔ آپ 23 جون کو مدرسہ ھدایۃ الاسلام براہ گنگ چھے کی زیارت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "مولانا محمد جان براہوی، میرے زمانہ طالب علمی کا ہم سبق ساتھی ہے۔ امرتسر آئے، اس وقت امرتسر اہلحدیث علماء سید داؤد غزنویؒ، مولانا عبدالجبار غزنوی مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ، شیخ الحدیث مولانا نیک محمدؒ، مناظر اسلام ثناء اللہ امرتسریؒ اور حافظ عبداللہ روپڑیؒ وغیرہ کا مسکن تھا۔

محمد جان صاحبؒ امرتسر کے بعد دہلی مدرسہ میاں چلے گئے۔ موصوف 1932ء سے میرے کلاس فیلو رہے۔ مدرسہ قدس امرتسر میں چار بلتی طلباء میرے ہم سبق تھے۔ محمد جان براہویؒ، محمد علی کیریسیؒ، غلام اللہ تلسی اور محمد حسین۔ محمد علی صاحبؒ فراغت کے بعد پنڈی کی ایک مسجد میں خطیب مقرر ہوئے اور زندگی یہیں گزاری۔ غلام اللہ تلسی صاحب کی فراغت پر شیخ الحدیث نیک محمد نے فرمایا کہ اپنے علاقہ میں جا کر اصلاحی تبلیغ کرو۔ مگر یہ صاحب مسلک اہلحدیث پر قائم نہ رہ سکا۔ مولانا محمد علی کونیسی (ریٹائرڈ صوبیدار میجر) سے بھی ملاقات ہوئی آپ کی عمر اس وقت 82 کے قریب ہے۔ آپ میرے ہمعصر طالب علم تھے، اور مدرسہ غزنویہ میں پڑھتے اور مولانا نیک محمد کے شاگرد تھے۔"

وطن عزیز کی طرف مراجعت اور درس وتدریس: مولانا محمد جان صاحبؒ نے علوم منقولات ومعقولات سے آراستہ ہو کر مدرسہ میاں کے بعد سیدھے وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور جائے پیدائش براہ میں "مدرسہ ھدایۃ الاسلام" کے نام سے نالے کے دہانے پر ایک مرکز کھولا۔ ایک بار سیلاب آنے کی وجہ سے دیگر سامان سمیت آپؒ کے تعلیمی دستاویزات بھی اس کی نذر ہو گئے۔

مولانا امام خان نوشہرویؒ اپنی تصنیف "ہندوستان میں اہلحدیث کی خدمات" میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کے مدارس کے عنوان کے تحت ص۱۹۳ میں بلتستان ضلع کشمیر موضع براہ پائین میں آپ کا نام بحیثیت مدرس لیا ہے اور کہا ہے کہ مذکورہ کانفرنس کی طرف سے مبلغ 5 روپے دعوت وتبلیغ، درس وتدریس کے صلے میں مشاہرہ مقرر تھا۔ حاجی خلیل الرحمٰن مرحوم کے مطابق اس میں اضافہ ہو کر 8 روپے ہو چکے تھے۔

مدرسہ ھدایۃ الاسلام کی اب تعمیر نو ہو چکی ہے۔ اور جمعیت اہلحدیث بلتستان کے وفاق میں شامل ہے۔

یہاں مدرسین و معلمات کی ایک جماعت درس و تعلیم میں مصروف ہے۔

آپؒ کے دینی خدمات: [illegible] درس و تدریس: آپ نے مدرسہ میں بلاتفریق مذاہب تمام شائقین و تشنگان علم کو [illegible] اس وقت بعض مخالفین عوام کو آپ کے خلاف اختلاف مذہب کی [illegible] ایک بار تو مدرسہ کو آگ بھی لگا دی گئی۔ ایک بار آپ کی مراسلت پر اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے مبلغ 140 روپے امداد ملی تو آپ نے طلباء پر خرچ کر دیا۔ مخالفت کا سخت سامنا تھا۔ گھر میں ہی اذان دیتے اور نماز پڑھتے رہے۔ [illegible] کی طرف سے دھمکی بھی دی گئی۔ مخالفت کا بازار گرم ہونے اور رد عمل میں آپ کی طبیعت بھی خشونت کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ کی طبیعت کی ایک جھلک آپ کے بیٹوں میں بھی [illegible]۔

آپ حسب صلاحیت ولیاقت تنازعات میں قرآن کریم اور سنت مطہرہ کے مطابق بروقت فیصلہ صادر کرتے تھے۔ آپ کے [illegible] اصول تھے۔ اصول سے ہٹ کر کسی بھی وقت پر سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔

[illegible] (1956ء) تک آپ بلتستان میں درس و تدریس کا دور رہا ۱۳۰۰ھ تا ۱۴۰۰ھ [illegible] چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں مدارس بلتستان سے بعض فارغ التحصیل طلباء مزید علم حاصل کرنے کے لیے پنجاب، یوپی، دہلی وغیرہ کے مدارس میں داخل ہو کر علم دین کی سندات حاصل کرنے کے بعد واپس آکر خدمات کی بجا آوری [illegible] ان میں قابل ذکر علماء یہ ہیں: مولانا حافظ کریم بخش، مولوی [illegible]، مولانا محمد علی [illegible]، مولانا محمد [illegible]، مولانا عبد القادر [illegible]، مولانا عبد المنان، حافظ عبد [illegible]، مولوی [illegible]، قاری سید عبید اللہ، مولوی محمد یونس، مولوی عبد الرحیم، مولوی ابراہیم، مولانا محمد یعقوب، مولوی [illegible] جمال الدین، مولانا احمد [illegible]، مولانا عبد الخالق، مولانا یعقوب، مولانا محمد علی مجاہد، مولانا غازی عبد اللہ [illegible] موصوف کے اور بھی نام [illegible] ہیں جو [illegible]۔

خدوخال: آپ [illegible] کے بیان کے مطابق میانہ قد، گھنی داڑھی، گندم گون [illegible] یہ اوصاف آپ کے فرزندوں میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ قد کاٹھ سب کا